

فتنہ انکار حدیث پر لکھی گئی کتاب پرویز اور قرآن کا تحقیقی مطالعہ

A Research Study on the Book "Parvez and Quran" written on the Sedition of Rebuttal of Hadith.

محمد اسماعیل خان (ایچ ڈی سکالر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد)

ڈاکٹر علی اصغر چشتی (چیئرمین شعبہ حدیث و سیرت علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد)

Abstract

The contemporary world is rife with seditions. Such seditions, ideas and thoughts are being propagated which have no relevance to the teachings of Islam. If adopted, these ideas would distort the true spirit of Islamic teachings. The rebuttal of Hadith is one of these misleading seditious ideas. No other provocation or thought has adversely affected the teachings of Islam as much; it has shaken very roots of divine religion's edifice. The holy Prophet Muhammad (ﷺ) has rightly warned us about this provocation in such befitting terms that it no longer remains a mystery. Hundreds of treatises have been written in defense of Islamic tradition and against this onslaught in the Sub-continent. In these works not only legality of Hadith has been proved from the Quran, Sunnah and reasonable arguments but also the doubts and suspicions have been refuted with strong arguments. Various magazines and journals published special editions against this sedition.

This provocation did not lose ground after the partition of Indian Sub-continent. Rather it was kept alive in Pakistan. In this regard, the writings of the religious scholars of Khyber Pakhtunkhwa, like other provinces of Pakistan proved fruitful. One of the valuable and voluminous books among these is written by Mufti Midrarullah Midrar under the title, "Pervez and Quran (پرویز اور قرآن)" which is a comprehensive book on the topic and very popular in the scholarly community. This research paper presents an analysis of the book. The article explores how the learned scholar has responded to the objections raised by the refuters of Hadith and what is their research status?

Keywords: Sedition, Rebuttal, provocation, Mystery, Refuters.

تعارف

آج کل کے پر فتن دور میں بہت سے فتنوں اور افکار و نظریات کا پرچار ہو رہا ہے جن کا اسلام سے دور کا تعلق بھی نہیں اور اگر ان نظریات کو اپنایا جائے تو اسلام کا چہرہ ہی مسخ ہو کر رہ جاتا ہے۔ ان گمراہ کن فتنوں اور افکار میں سے ایک فتنہ انکار حدیث کا ہے۔ دیگر فتنوں سے اسلام کے برگ و بار کو ہی نقصان پہنچا ہے لیکن اس فتنہ سے شجرہ اسلام کی جڑیں کھوکھلی

ہو جاتی ہیں اور اسلام کا کوئی بدیہی سے بدیہی مسئلہ بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس فتنہ سے عقائد و اعمال، اخلاق و معاملات، معیشت و معاشرت اور دنیا و آخرت کا کوئی بھی مسئلہ محفوظ نہیں رہ سکتا۔ نہ صرف یہ بلکہ قرآن مجید کی تفسیر و توضیح بھی کچھ کی کچھ رہ جاتی ہے۔ اس فتنے کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے واضح الفاظ میں ایسے مؤثر اسلوب سے نشاندہی فرمائی تھی کہ اسے پہچاننے میں کوئی دشواری پیش نہیں آسکتی۔ ان فتنہ گر، روشن خیال متجددین کے نزدیک حدیث رسول ﷺ کی کوئی حیثیت نہیں، حالانکہ دین اسلام کی صحیح تصویر قرآن مجید اور احادیث نبوی دونوں سے مل کر تیار ہوتی ہے، جو ان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کرنا چاہیں، وہ صراط مستقیم سے بہت دور ہیں۔ حضور ﷺ نے اس فتنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"إِلا إني أوتيت الكتاب و مثله معه إلا يوشك رجل شبعان على أريكته يقول: عليكم بهند القرآن فما وجدتم فيه من حلال فاحلوه و ما وجدتم فيه من حرام فحرموه، إلا لا يحل لكم الحمار الأهلي ولا كل ذى ناب من السبع"¹۔

ترجمہ: خبردار! مجھے قرآن مجید اور اس طرح کی ایک اور چیز دی گئی ہے، خبردار! قریب ہے کہ ایک آسودہ حال آدمی اپنی مسند پر بیٹھ کر یہ کہے کہ تمہیں قرآن کافی ہے، اس میں جو حلال ہے اسے حلال خیال کرو اور اس میں جو حرام ہے اسے حرام قرار دو، خبردار! میں تمہارے لیے پالتو گدھوں کا گوشت حرام کرتا ہوں اور ہر کچلی والے درندے کو حرام کرتا ہوں۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:

"لا الفين أحدكم متكئاً على أريكته يأتية أمر مما أمرت به، أو نهيت عنه، فيقول: لا أدرى، ما وجدنا في كتاب الله اتبعناه"²۔

ترجمہ: میں تم میں سے کسی کو ایسا کرتا نہ پاؤں کہ وہ اپنی مسہری پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو، اور جب اس کے سامنے میرے احکامات میں سے کسی بات کا امر یا کسی چیز کی ممانعت آئے تو وہ کہنے لگے کہ میں کچھ نہیں جانتا، ہم تو جو قرآن میں پائیں گے اسی کو مانیں گے۔

تاریخ گواہ ہے کہ اسلام میں جتنے بھی غلط افکار کے حامل فرقے پیدا ہوئے ان کی گمراہی یہی تھی کہ انہوں نے قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کی کوشش کی۔ خوارج نے قرآن مجید کو مانا اور حدیث سے روگردانی کی، اسی طرح معتزلہ نے بھی قرآن مجید کی آیات کی تفسیر میں دور ازکار تاویلات کا سہارا لے کر احادیث رسول ﷺ سے اعراض کیا اور اس کے نتیجے میں مدتوں تک گمراہی میں بھٹکتے رہے۔

فتنہ انکار حدیث کے بانی یہی فرقے ہیں لیکن ان میں اور آج کے منکرین حدیث میں ایک فرقہ یہ ہے کہ قدیم منکرین فلسفے سے مرعوب ہو کر احادیث کا انکار تو کرتے تھے لیکن ان کا مذاق اڑانے کی جرأت نہیں کرتے تھے۔ اس کے برعکس

موجودہ منکرین حدیث نہ صرف احادیث کا انکار کرتے ہیں بلکہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اس لیے موجودہ دور کا فتنہ زیادہ خطرناک ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، برصغیر میں منکرین حدیث کی تاریخی ترتیب بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اس طرح فنا کے گھاٹ اتر کر یہ انکار سنت کا فتنہ کئی صدیوں تک اپنی شمشان بھومی میں پڑا رہا یہاں تک کہ تیرھویں صدی ہجری میں پھر جی اٹھا، اس نے پہلا جنم عراق میں لیا تھا، اور دوسرا جنم ہندوستان میں، یہاں اس کی ابتداء کرنے والے سرسید احمد خان اور مولوی چراغ علی تھے، پھر مولوی عبداللہ چکڑالوی اس کے علم بردار بنے۔ اس کے بعد مولوی احمد الدین امرتسری نے اس کا بیڑہ اٹھایا، پھر مولانا مسلم جیراج پوری اسے لے کر آگے بڑھے اور آخر کار اس کی ریاست چوہدری غلام احمد پرویز کے حصے میں آئی جنہوں نے اس کو ضلالت کی انتہا تک پہنچا دیا"³۔

مفتی محمد تقی عثمانی یوں بیان کرتے ہیں:

"یہ آواز ہندوستان میں سب سے پہلے سرسید احمد خان اور ان کے رفیق مولوی چراغ علی نے بلند کی، لیکن انہوں نے انکار حدیث کے نظریہ کو علی الاعلان اور بوضاحت پیش کرنے کے بجائے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جہاں کوئی حدیث اپنے مدعا کے خلاف نظر آئی، اس کی صحت سے انکار کر دیا خواہ اس کی سند کتنی ہی قوی کیوں نہ ہو اور اس کے ساتھ بعض مقامات پر مفید طلب احادیث سے استدلال بھی کیا جاتا رہا ان کے بعد نظریہ انکار حدیث میں اور ترقی ہوئی اور یہ نظریہ منظم طور پر عبداللہ چکڑالوی کی قیادت میں آگے بڑھا اور یہ ایک فرقے کا بانی تھا، جو اپنے آپ کو اہل قرآن کہتا تھا، اس کا مقصد حدیث سے کلیتاً انکار کرنا تھا، اس کے بعد جیراج پوری نے اہل قرآن سے ہٹ کر اس نظریہ کو اور آگے بڑھایا، یہاں تک کہ غلام احمد پرویز نے اس فتنہ کی باگ دوڑ سنبھالی اور اسے منظم نظریہ اور مکتب فکر کی شکل دے دی، نوجوانوں کے لیے اس کی تحریر میں بڑی کشش تھی، اس لیے اس کے زمانے میں یہ فتنہ سب سے زیادہ پھیلا"⁴۔

دیگر فتنوں کی طرح انکار حدیث کے فتنہ کے خلاف برصغیر کے علماء کرام نے بیسیوں کتب تحریر فرمائیں، جن میں نہ صرف حجیت حدیث کو قرآن و سنت اور عقلی دلائل سے ثابت کیا گیا بلکہ ان کے دلائل و شبہات کا مضبوط دلائل سے رد پیش کیا گیا ہے۔ مختلف دینی رسائل و جرائد نے اس فتنہ کے خلاف خصوصی نمبر شائع کیے، تحریری مواد کے علاوہ منکرین حدیث کے ساتھ علمی مناظرے بھی کیے گئے اور دینی اجتماعات میں بھی عوام الناس کو فتنہ انکار حدیث کے عواقب و مضمرات سے آگاہ کیا گیا، چنانچہ تحریری و تقریری کاوشوں نے منکرین حدیث کی کمر توڑ دی۔

تقسیم ہندوستان کے بعد یہ فتنہ ختم نہیں ہوا بلکہ پاکستان میں بھی اس فتنہ کو فروغ دینے کا سلسلہ جاری رہا، انکار حدیث کے رد میں حجیت حدیث کے موضوع پر برصغیر کے علمائے کرام اور محققین کی علمی کوششیں نہ صرف انتہائی اہم تھیں بلکہ پورے برصغیر میں پھیلی ہوئی تھیں، لیکن 1947ء میں جب پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو اس فتنہ کے مقلدین نے سرکاری و غیر سرکاری طور پر کوشش کی کہ پاکستان میں بھی ان کے طرز پر یہ نظام قائم ہو، اس سلسلہ میں پاکستان کے دیگر صوبوں کی طرح علماء خیبر پختونخوا کی تحریری کوششیں بڑی بار آور ثابت ہوئیں۔ ان کتب میں سے ایک وقیح اور ضخیم کتاب مفتی مدار اللہ مدار⁵ کی تالیف "پرویز اور قرآن" ہے۔ یہ کتاب دراصل ماہنامہ الحق⁶ میں دس اقساط میں چھپنے والا ضخیم مقالہ ہے جو "پرویز منکر حدیث ہے یا منکر قرآن" کے عنوان سے شائع ہوتا رہا۔ عوام میں مقبولیت کی وجہ سے اس کو 1988ء میں "پرویز اور قرآن" کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا گیا یہ ضخیم کتاب فتنہ پرویزیت کے بارے میں ایک جامع انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔

غلام احمد پرویز نے اپنی کتابوں اور تالیفات میں امت کے اجماع کے برعکس احادیث و سنت نبویہ ﷺ کی حجیت سے انکار کیا ہے، جس سے قرآن کریم کی بے شمار آیات کا انکار لازم آتا ہے جو حجیت حدیث کو قطعی اور یقینی طور پر ثابت کرتی ہیں۔ ذیل کی سطور میں غلام احمد پرویز کے احادیث نبویہ ﷺ پر کیے گئے اعتراضات کا متن اور مفتی مدار اللہ مدار کی طرف سے ان کے جوابات کا علمی جائزہ لیا جاتا ہے۔

اعتراض نمبر 1:

قرآن مجید نے ہر چیز کی وضاحت کر دی ہے لہذا اس کی موجودگی میں احادیث کی کوئی ضرورت نہیں۔

اس سلسلے میں غلام احمد پرویز لکھتے ہیں:

"قرآن کو سمجھنے کے لیے حدیث کی ضرورت نہیں، ہر شخص اپنے دماغ سے قرآن سمجھ سکتا ہے"۔⁷

اسی طرح ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

"قرآن نے بار بار اس کی تصریح کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جو وحی نازل ہوئی وہ سب قرآن میں ہے، قرآن

کے باہر کہیں نہیں"۔⁸

ان اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے مفتی مدار اللہ مدار تحریر فرماتے ہیں کہ:

"انبیاء کرام علیہم السلام فقط اسی کام پر مامور نہیں ہوتے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچائیں، بلکہ

کتاب اللہ کی تفسیر و تشریح بھی ان کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا فریضہ منصبی کتاب اللہ کے

الفاظ پڑھ دینے پر مکمل نہیں ہوتا بلکہ یہ بھی ان کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ اس کی تعلیم بھی دیں اور ان

تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لیے لوگوں کی تربیت بھی کریں"۔

قرآن مجید ہی کے ذریعے سے رسول اکرم ﷺ کے فرائض اور منصب سے دنیا والوں کو آگاہ کیا گیا اور بار بار اعلان کیا گیا کہ یہی تم کو قرآن مجید کے الفاظ پڑھا دینے کے ساتھ ساتھ اس کے معانی و مطالب اور رموز و حکم بھی بیان فرمائیں گے⁹ چنانچہ اس ضمن میں ارشاد ہوتا ہے:

"لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ"¹⁰

ترجمہ: حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جب ان میں ان ہی کی جنس سے ایک پیغمبر بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کا تزکیہ کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور یقیناً یہ لوگ اس سے پہلے بھٹکے ہوئے تھے اور صحیح راستے پر چلنا نہیں جانتے تھے۔

یہی وہ مقاصد ہیں جن کی رسول اللہ ﷺ کو سونپے جانے کی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی تھی۔ قرآن کریم میں یہ دعا اس طرح مذکور ہے:

"رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ"¹¹

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! اور اس جماعت کے ان ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو ان لوگوں کو آپ کی آیتیں تلاوت کرے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیا کرے اور ان کا تزکیہ کرے۔

محولہ بالا آیت کریمہ میں غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ چار واضح اور جداگانہ ذمہ داریاں رسول اللہ ﷺ کو سونپی گئی ہیں۔

1 تلاوت آیات 2 تعلیم کتاب 3 تعلیم حکمت 4 تزکیہ کرنا

درج بالا ذمہ داریوں میں سے تلاوت آیات کا مطلب تو بالکل واضح ہے کہ قرآن مجید کی آیات پڑھ کر سنائیں لیکن تعلیم کتاب کے بارے میں غور کرنا چاہئے کہ اس سے کیا مراد ہے؟ اگر اس سے بھی قرآن مجید کے مربوط و مرتب کلمات کا پڑھ کر سننا ہی ہے تو یہ تلاوت آیات سے کوئی الگ چیز نہیں ہوتی، حالانکہ وہ اس سے الگ ذکر کی گئی ہے۔ پس تعلیم کتاب سے یقینی طور پر آیات کی تشریح، اس کے معانی و مطالب کی توضیح اور آیات کے حکم اور احکام کا بیان ہے۔ پھر چونکہ محض کتاب کی تعلیم ہی کافی نہیں تھی، لہذا آپ ﷺ کی ذمہ داریوں میں یہ بھی ہے کہ حکمت کی تعلیم دیں جو تعلیم کتاب کے علاوہ ایک اضافی چیز ہے، پھر اس پر بھی بس نہیں بلکہ آپ ﷺ کو لوگوں کا تزکیہ کرنے کا فریضہ بھی سونپا گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ کتاب اللہ اور حکمت کی نظریاتی تعلیم کے ساتھ ساتھ اس کی عملی تربیت کا بھی انتظام کیا جائے تاکہ لوگ کتاب اللہ اور حکمت کی تعلیمات پر اس طریقے سے عمل پیرا ہو سکیں جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے مطابق ہے۔

قرآن مجید ہی سے معلوم ہو چکا کہ رسول اکرم ﷺ کے فرائض رسالت میں جس طرح الفاظ و کلمات کی تلاوت و تبلیغ ہے، اسی طرح اس کے معانی و مطالب کا بیان کرنا بھی فرائض رسالت میں داخل ہے، چنانچہ یہ بات لازمی طور پر ماننی پڑے گی کہ جس طرح قرآن مجید کا متن حجت ہے، اسی طرح قرآن مجید کی نبوی تشریحات بھی حجت اور واجب القبول ہیں، وگرنہ آپ ﷺ کو تعلیم کا مکلف بنانا اور تعلیم کتاب کو آپ کا منصبی وظیفہ بنانا بالکل بے معنی ہو گا¹²۔

اعتراض نمبر 2:

حدیث ماننا اور اس پر ایمان لانا ضروری نہیں، کیونکہ اس کے ماننے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔
اس سلسلے میں غلام احمد پرویز لکھتے ہیں کہ:

"نہ حدیث پر ہمارا ایمان ہے، نہ اس پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے"¹³۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"حضور ﷺ کا قول اور فعل مطلقاً حجت نہیں، حضور ﷺ نے جو احکام بیان فرمائے وہ صرف حضور ﷺ کے زمانے کے ساتھ مخصوص تھے۔ ہر زمانے کے لحاظ سے ان احکام میں تغیر کیا جاسکتا ہے"¹⁴۔

حدیث و سنت نبوی ﷺ کو اسلام میں قرآن مجید کے بعد قانونی اور آئینی حیثیت حاصل ہے، مفتی مدار اللہ نے اپنی تالیف "پرویز اور قرآن" میں قرآن مجید کی چھتیس آیات کو بطور دلیل تحریر فرماتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ احادیث ہمارے لیے حجت ہیں¹⁵ ذیل کی سطور میں ان میں سے چند آیات کو نمونے کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے:

1 "وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ"¹⁶۔

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔

2 "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنَّهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ"¹⁷۔

ترجمہ: اے ایمان والوں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تابع داری کرو، اور اس کی (تابع داری) سے منہ نہ موڑو، جب کہ تم (اللہ اور رسول کے احکام) سن رہے ہو۔

3 "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ"¹⁸۔

ترجمہ: اے ایمان والوں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔

مذکورہ بالا آیات مبارکہ سے حضور ﷺ کی اطاعت ضروری معلوم ہوتی ہے، اسی طرح مفتی مدار اللہ نے ایک اور

آیت ذکر کی ہے جس میں حضور ﷺ کے فیصلوں کو واجب التسلیم قرار دیا گیا ہے۔

"فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا

قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا"¹⁹۔

ترجمہ: (اے پیغمبر!) تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک یہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تمہیں فیصلہ نہ بنائیں، پھر تم جو کچھ فیصلہ کرو اس کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں، اور اس کے آگے مکمل سر تسلیم خم کر دیں۔

اس آیت میں نہ صرف رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو واجب التسلیم قرار دیا گیا ہے، بلکہ اسے مدار ایمان کہا گیا ہے، اور فرماتے ہیں کہ یہ آیت حجیت حدیث میں نص کی حیثیت رکھتی ہے²⁰، اس کے بعد ایک اور آیت ذکر کی گئی ہے جس میں حضور ﷺ کے ارشادات سے بھاگنے والوں کو منافقین میں شمار کیا گیا ہے۔

"وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا"

-²¹

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس حکم کی طرف جو اللہ نے اتارا ہے اور آؤ رسول کی طرف، تو تم ان منافقوں کو دیکھو گے کہ وہ تم سے پوری طرح منہ موڑ بیٹھے ہیں۔

اس کے بعد مفتی مدار اللہ نے بیس آیات ذکر فرمائی ہیں جن میں اطاعت رسول پر کامیابی اور نافرمانی پر سخت وعیدیں سنائی گئی ہیں²²۔

ان تمام آیات قرآنیہ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث حجیت ہیں۔ انہیں ماننے اور ان پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جب کہ غلام احمد پرویز نے احادیث کی عدم حجیت پر جو دلائل نقل کیے ہیں وہ کم فہمی اور عدم واقفیت پر مبنی ہیں۔

اعتراض نمبر 3: حدیث وسیرت عجمی سازش ہے۔

"حدیث عجمی سازش ہے اور جھوٹ جو مسلمانوں کا مذہب ہے"²³۔

"حدیث کا پورا سلسلہ ایک عجمی سازش تھی اور جس کو شریعت کہا جاتا ہے وہ بادشاہوں کی پیدا کردہ ہے"²⁴۔

غلام احمد پرویز عجمی سازش کی ابتداء کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"اس سازش کا آغاز یوں بیان کیا جاتا ہے کہ اہل ایران جب سیاسی میدان میں مسلمانوں کے ہاتھوں مات کھا

گئے تو انہوں نے مسلمانوں سے انتقام لینے کی ٹھانی، کھلے میدان میں تو وہ مسلمانوں کے مقابلے کی تاب نہ رکھتے

تھے، لہذا یریز میں سازشوں کا سلسلہ شروع ہوا، شہادت حضرت عمرؓ اس کی پہلی کڑی ہے"²⁵۔

یہ اعتراض قطعی غلط اور علم حدیث وسیرت سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ آنحضور ﷺ کی سیرت ڈھکی چھپی چیز نہیں

لیکن اس کا زیادہ تر حصہ احادیث میں ہے اور منکرین حدیث اس ذخیرہ پر اعتماد نہیں کرتے، چنانچہ مفتی مدار اللہ نے حضور

اکرم ﷺ کی سیرت کو قرآن عزیز کی آیات میں تلاش کیا ہے اور چودہ آیات کریمہ کو بطور دلیل پیش کیا ہے جن سے

واضح طور پر سیرت رسول ﷺ کو قابل اعتبار قرار دیا گیا ہے۔ ذیل کی سطور میں ان میں سے چند آیات کو بطور مثال نقل کیا جاتا ہے۔

"وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ" ²⁶ اور یقیناً تم اخلاق کے اعلیٰ درجے پر ہو۔

"فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظًا لَّفُتِنُوا مِنْ حَوْلِكَ" ²⁷۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی تھی جس کی بنا پر تم نے ان لوگوں سے نرمی کا برتاؤ کیا، اگر تم سخت مزاج اور سخت دل والے ہوتے تو یہ تمہارے آس پاس سے تتر بتر ہو جاتے۔

ان آیات میں آپ ﷺ کی ذات گرامی سے بد اخلاقی کی مدافعت فرمائی گئی ہے۔ اسی طرح ایک اور آیت ہے:

"وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ نَمُ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ" ²⁸۔

ترجمہ: اور اگر (بالفرض) یہ پیغمبر کچھ (جھوٹی) باتیں بنا کر ہماری طرف منسوب کر دیتے، تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑتے، پھر ہم ان کی شہ رگ کاٹ دیتے۔

منفق مدرار اللہ ان آیات کے بعد فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ اپنے قول و فعل میں معصوم ہیں، آپ جو کچھ کرتے ہیں یا فرماتے ہیں وہ وحی کی بناء پر کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ رسول اگر اپنی طرف سے کچھ لاتے، تو ہم اس کی سخت گرفت کرتے ²⁹ اس سلسلے میں قرآن مجید سے چار واقعات بیان کیے ہیں۔ جن میں سے ایک واقعہ اس بارے میں ہے جب حضور ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کاجناہ پڑھایا تو اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کرتے ہوئے آیت نازل فرمائی:

"وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَأْوَاؤُهُمْ فِاسِقُونَ" ³⁰۔

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) ان (منافقین) میں سے جو کوئی مر جائے تو تم اس پر کبھی نماز (مت) پڑھنا، اور نہ اس کی قبر پہ کھڑا ہونا۔ یقین جانو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کا رویہ اپنایا۔

کسی کی موت پر دعا کرنا یا اس کی قبر پر جانا معاشرتی معاملات میں سے ایک معمول ہے۔ آپ ﷺ نے بھی اسی معمول کے مطابق بعض منافقین پر نوازش فرمائی، اس پر تنبیہ ہوئی کہ فاسق مزاج اور معصیت پیشہ لوگوں کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہونا چاہیے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی یومیہ معمولات پر کس قدر نظر رکھی گئی تھی ³¹۔

اخلاق کی ان بلندیوں اور سیرت رسول ﷺ کی اس سرفرازی کے باوصف آپ ﷺ کے اقوال و اعمال پر کوئی وجہ نہیں کہ بدگمانی کی جائے، اسی طرح جو واقعات نقل کیے گئے ہیں ان کا تعلق بھی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے ہے اور بہت حد تک ان کا تعلق دنیوی امور سے ہے، تو خالص دینی اور تعبدی امور میں آنحضور ﷺ کے معمولات پر کیوں نظر نہ ہوگی۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے اقوال و افعال حجت ہیں، مطالعہ سیرت کے بعد جس کا اظہار قرآن عزیز

میں فرمایا گیا ہے، آنحضور ﷺ کی سیرت و افعال کی حیثیت بہت نمایاں ہو جاتی ہے³² اور غلام احمد پرویز کا حدیث و سیرت کو عجمی سازش کہنا درست نہیں۔

اعتراض 4: احادیث یقینی نہیں ظنی ہیں

علم حدیث ظنی ہے، اس لیے حق کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں اور قرآن مجید نے ظن کی مذمت بیان فرمائی ہے اس سلسلے میں غلام احمد پرویز تحریر فرماتے ہیں کہ:

"چونکہ احادیث یقینی نہیں بلکہ ظنی ہیں اس لیے یہ دین نہیں قرار پاسکتیں، ان کی حیثیت تاریخ کی ہے اور تاریخ تنقید کی حد سے بالاتر نہیں ہوتی"³³۔

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں: "دین یقینی ہونا چاہیے ظنی شے دین نہیں ہو سکتی"³⁴۔

اسی طرح ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ: "دین وہی ہو سکتا ہے جو یقینی ہو، ظنی اور قیاس نہ ہو"³⁵۔

منکرین حدیث اس بات کو بڑے زور و شور سے بیان کرتے ہیں کہ علم حدیث ظنی ہے اور ظن کے متعلق قرآن مجید کا

کہنا ہے: إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا³⁶ بلاشبہ ظن حق کے مقابلے میں کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ ظن عربی زبان میں تین معنی کے لئے مستعمل ہے۔

1 اٹکل و تخمین 2 ظن غالب 3 علم یقینی استدلالی۔

خود قرآن مجید کی ذیل آیات میں ظن بمعنی یقین مستعمل ہے:

1 "الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُوا رَبِّهِمْ" ³⁷ وہ لوگ جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں۔

2 "قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُوا اللَّهِ" ³⁸ کہا ان لوگوں نے جو اس بات کا یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ سے ملنے والے

ہیں۔

یہ بات سمجھنی چاہئے کہ احادیث کو جو ظنی کہا جاتا ہے، وہ اٹکل اور تخمین کے معنی میں نہیں بلکہ بعض جگہ ظن غالب اور

بعض مقامات پر یقین کے معنی میں ہے، اور قرآن مجید میں جس ظن کی پیروی سے منع کیا گیا ہے وہاں اس سے مراد اٹکل

اور تخمین ہے، وگرنہ جہاں تک ظن غالب کا تعلق ہے، شریعت کے بے شمار مسائل میں اسے حجت قرار دیا گیا ہے۔

محدثین عظام رحمہم اللہ نے حدیث پر تنقید اور اس کی تصحیح و تضعیف کی بنیاد عام دنیا کے اصولوں کے بالمقابل کہیں زیادہ

یقینی امور پر رکھی ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے اصطلاح میں اس کے لئے ظن کا لفظ پسند فرمایا ہے جسے منکرین حدیث نے

شک و شبہ کے معنی میں لے کر تمام ذخیرہ احادیث کا انکار کر دیا ہے۔ اس لیے غلام احمد پرویز کا احادیث کو ظنی کہہ کر اس

سے انکار کرنا درست نہیں³⁹۔

اعتراض نمبر 5:

احادیث ہمارے لیے حجت نہیں اور نہ ہی احادیث کی نقل و روایت جائز ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"لا تکتبوا عنی، و من کتب عنی غیر القرآن فلیمحه" ⁴⁰۔

ترجمہ: مجھ سے کچھ نہ لکھا کرو اور جس نے مجھ سے قرآن مجید کے علاوہ کچھ لیا ہے تو وہ اسے ضرور مٹا دے۔

اس سلسلے میں غلام احمد پرویز لکھتے ہیں:

"احادیث، نبی اکرم ﷺ کے اقوال، افعال اور احوال کے مجموعے کا نام ہے۔ اگر یہ جزو دین تھیں تو جس طرح آپ ﷺ نے قرآن مجید کے ایک ایک لفظ کو لکھوایا، زبانی یاد کروایا، لوگوں سے سنا، دہرایا اور ہر طرح سے اطمینان فرمایا کہ اس کا ایک ایک حرف محفوظ کر دیا گیا ہے۔ احادیث کے متعلق بھی یہی انتظام فرمانا چاہیے تھا، اس لیے کہ منصب رسالت کا یہ تقاضا تھا اور بحیثیت رسول حضور کا یہ فریضہ تھا کہ دین کو محفوظ ترین شکل میں امت کے پاس چھوڑتے لیکن حضور نے جہاں قرآن کریم کے متعلق حزم اور احتیاط سے کام لیا، احادیث کے متعلق کوئی انتظام نہیں فرمایا، بلکہ احادیث کو نہ لکھنے اور لکھی ہوئی احادیث مٹانے کا حکم دیا" ⁴¹۔

اس اعتراض کا جواب مفتی مدار اللہ کی متفرق عبارتوں سے ہمیں یوں ملتا ہے:

عہد رسالت سے لے کر اب تک احادیث نبوی ﷺ کی حفاظت کی ہر ممکن کوشش انتہائی اہتمام کے ساتھ کی گئی ہے۔ احادیث کی حفاظت کے لئے نہ صرف کتابت بلکہ دیگر قابل اعتماد ذرائع کو بھی اہمیت دی گئی ہے۔ عہد رسالت اور عہد صحابہ میں حفاظت حدیث کے لئے تین طریقے استعمال کیے گئے۔

1 حفظ روایت (زبانی یاد کرنا)

حفاظت حدیث کا پہلا طریقہ احادیث کو زبانی یاد کرنا تھا اور یہ طریقہ اس دور کے لحاظ سے انتہائی قابل اعتماد تھا۔ اہل عرب کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حافظے عطا فرمائے تھے۔ ان کے شعراء، خطباء اور رواة ہزاروں اشعار، ضرب الامثال اور واقعات کے حافظ ہوتے تھے۔ شجرہائے نسب کو محفوظ رکھنا ان کا معمول تھا۔ وہ صرف اپنے ہی نہیں بلکہ اپنے گھوڑوں کے نسب نامے بھی یاد رکھتے تھے۔ ایک ایک شخص کو سینکڑوں اشعار صرف ایک مرتبہ سن کر یاد ہو جاتے تھے۔ ان صلاحیتوں کی موجودگی میں جب ان عربوں کو قرآن مجید اور رسول اکرم ﷺ سے بے حد محبت و عقیدت تھی اور احادیث نبوی ﷺ کو مدار دین سمجھ کر جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، تو انہیں یاد کرنا ان کے لئے کیا مشکل تھا، خصوصاً جبکہ روایت حدیث کا حکم حضور اکرم ﷺ نے بہت تاکید سے دیا تھا۔

2 حفظ بالتعال (احادیث پر عمل کر کے محفوظ کرنا)

حفاظت حدیث کا دوسرا طریقہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا تھا، وہ تعال تھا یعنی وہ آپ ﷺ کے اقوال و افعال پر عمل کر کے اسے اسی طرح یاد کرتے تھے۔ اس کی بہت زیادہ مثالیں ہیں، جیسا کہ ابو داؤد کی روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے وضو کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے پانی منگوایا اور وضو کر کے فرمایا:

"ہكذا رأيت رسول الله ﷺ يتوضأ"⁴² میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

احادیث کی عملی مشق نہایت قابل اعتماد طریقہ ہے اور اس طریقے نے سنت کی حفاظت اور فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

3 کتابت حدیث

حفاظت حدیث کا تیسرا طریقہ کتابت ہے جو ابتدائے اسلام سے آج تک جاری ہے۔ بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم ﷺ سے احادیث کی سماعت کے بعد انہیں تحریری طور پر محفوظ کر لیا تھا۔ ان میں ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ہیں جنہوں نے دو چار احادیث لکھ کر محفوظ کیں اور ایسے بھی ہیں جنہوں نے احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ قلمبند کیا۔ اگرچہ ابتدائے اسلام میں حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن کریم کی آیات کریمہ کے سوا کوئی اور چیز لکھنے سے منع فرمایا تھا، جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ روایت یوں ہے:

"عن ابی سعید الخدری ان رسول الله ﷺ قال: لا تکتبوا عنی، ومن کتب عنی غیر القرآن

فلیمحہ، وحدثوا عنی ولا حرج، ومن کذب علی متعمداً فلیتبعوا مقعدہ من النار"⁴³

ترجمہ: مجھ سے سن کر کتابت مت کرو اور جس نے قرآن مجید کے سوا مجھ سے سن کر کچھ لکھا ہو وہ اسے مٹا دے، البتہ مجھ سے سن کر دوسروں تک پہنچاؤ تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور جو کوئی جان بوجھ کر میری جانب جھوٹ منسوب کرتا ہے، اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنا لے۔

کتابت حدیث سے ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت قرآن مجید ایک نسخہ میں مدون نہ ہوا تھا، بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس متفرق طور پر لکھا ہوا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابھی تک قرآن مجید کے اسلوب سے اتنے مانوس نہیں تھے کہ وہ قرآن مجید اور احادیث کے درمیان تمیز کر سکیں۔ ایسے حالات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کریم کی آیات کے ساتھ ہی احادیث شریف لکھنا شروع کر دیں۔ قرآن کریم کی تفسیر و تشریح سے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات انہی آیات کے ساتھ کسی امتیاز کے بغیر یکجا ہو گئے، اور اس بات کا خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں قرآن مجید اور احادیث شریف خلط ملط نہ ہوں۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کتابت حدیث سے منع فرمایا اور حکم دیا کہ اگر قرآنی آیات کے علاوہ کوئی چیز لکھی گئی ہو تو وہ مٹا دی جائے، لیکن جب بعد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

قرآنی اسلوب سے واقف ہو گئے اور قرآن و حدیث باہم مختلط ہونے کا خطرہ باقی نہ رہا اور غزوہ بدر کے بعد بہت سے لوگوں نے لکھنا بھی سیکھ لیا، تو یہ احتیاطاً دیا جانے والا عبوری حکم بھی واپس لیا گیا اور رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کتابت حدیث کا حکم دے دیا۔

علامہ نووی رحمہ اللہ نے کتابت حدیث سے منع کرنے کی ایک اور توجیہ بیان فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مطلقاً کتابت حدیث کسی بھی زمانے میں ممنوع نہیں ہوئی، بلکہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآنی آیات کی تشریح بھی اس کے ساتھ لکھ لیا کرتے تھے اور اس سے آیات قرآنی اور احادیث کے ملتبس ہونے کا اندیشہ تھا، تو اس طرح احادیث لکھنے کی ممانعت کر دی گئی لیکن احادیث کو الگ سے لکھنا کسی دور میں بھی ممنوع نہیں رہا⁴⁴۔

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ احادیث لکھنے کی حضور ﷺ نے نہ صرف اجازت دی تھی بلکہ اس کا حکم دیا تھا اور کتابت حدیث کی ابتدائی ممانعت ایک عبوری دور کے لئے تھی تاکہ آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ کے باہم مختلط ہونے کے ممکنہ خطرے سے بچا جاسکے۔ اس وقتی دور کے بعد جب یہ ممکنہ خطرہ باقی نہ رہا تو ممانعت کا حکم ختم ہوا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو احادیث تحریری شکل میں محفوظ کرنے کی ہدایت کر دی گئی۔ چنانچہ کتابت حدیث سے ممانعت کے متعلق غلام احمد پرویز کا اعتراض درست نہیں۔

اعتراض نمبر 6:

موجودہ کتب حدیث رسول اللہ ﷺ کے دو اڑھائی سال بعد لکھی گئی ہیں، ایسے حالات میں ان کا محفوظ رہنا محل نظر ہے۔

اس سلسلے میں غلام احمد پرویز رقمطراز ہیں:

"احادیث کا کوئی مجموعہ رسول اللہ ﷺ نے مرتب کر کے نہیں دیا تھا کہ اس میں رد و بدل اور اضافہ کی گنجائش نہ ہوتی، سنی سنائی باتوں کو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دو اڑھائی سو سال کے بعد جمع کرنا شروع کیا اور ان کا نام رکھ دیا "سنت رسول اللہ" اب اس طرح کی پھیلی ہوئی باتوں میں نئی نئی باتیں شامل کر دینا کونسا مشکل کام تھا؟ عربی کے چند فقرے وضع کیے، دو چار راویوں کے نام اس سے پہلے چپکائے اور آخر میں لکھ دیا: قال رسول اللہ بس حدیث تیار ہے" ⁴⁵۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"میرا ایمان ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ یہ سمجھتے کہ ان کی مرتب فرمودہ جزئیات کو قیامت تک کے لیے واجب الاتباع (غیر متبدل) رہنا ہے تو حضور ﷺ کے لیے یہ کچھ مشکل نہ تھا کہ ان ارشادات گرامی کا ایک مجموعہ

مرتب فرما کر امت کو دے جاتے۔ دین کو انفرادی کوششوں کا محتاج بنا دینا دین کے دینے والے (خدا) اور دین کے پہنچانے والے (رسول ﷺ) کے خلاف بہت بڑا اتہام ہے⁴⁶۔

عہد رسالت میں احادیث کی تدوین

اس اعتراض کا جواب مفتی مدد ر اللہ نے نہیں دیا ہے، شاید انہوں نے گذشتہ اعتراضات کے تفصیلی جوابات تحریر کر کے انہیں کافی سمجھا اور دوبارہ اس کا مستقل جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی، حالانکہ اس اعتراض کا جواب دینا ضروری تھا، چنانچہ ذیل کی سطور میں اس اعتراض کا جواب دیا جاتا ہے تاکہ حقیقت واضح ہو جائے:

گذشتہ اوراق میں احادیث کو محفوظ کرنے کے لئے اختیار کیے گئے طریقوں کو مد نظر رکھتے ہوئے تدوین حدیث کے سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کوششوں کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ اور خلفائے اربعہ کے دور میں احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تحریر کیا گیا ہے۔ ذیل کی سطور میں ان نمایاں اور اہم کوششوں کا مختصر طور پر تذکرہ کیا جاتا ہے جو تدوین حدیث کے سلسلے میں ابتدائی عہد میں انجام دی گئی ہیں، تاکہ اس طرح اس غلط فہمی کا ازالہ ہو سکے کہ احادیث ابتدائی صدیوں کے دوران مدون نہیں ہوئی تھیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے ان احادیث کو ذکر کیا جاتا ہے جو حضور ﷺ نے املاء کروائیں یا پھر آپ ﷺ کی ہدایت پر تحریری شکل میں محفوظ کی گئیں۔

کتاب الصدقات

رسول اللہ ﷺ نے فریضہ زکوٰۃ سے متعلق شریعت کے احکام ایک دستاویز میں تفصیلی طور پر املاء کروائے تھے⁴⁷۔

صحیفہ عمرو بن حزام رضی اللہ عنہ

جب مسلمانوں نے 10ھ میں نجران فتح کیا تو حضور ﷺ نے حضرت عمرو بن حزام رضی اللہ عنہ کو نجران کا عامل بن کر بھیجا اور ساتھ ہی ایک ہدایت نامہ ان کے لئے لکھوایا جس میں نماز، زکوٰۃ و عشر، حج و عمرہ، جہاد، غنیمت اور جزیہ وغیرہ کے احکام درج تھے، انہوں نے اس کے مطابق عمل کیا اور اسے محفوظ رکھا⁴⁸۔

صحیفہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بچپن ہی میں لکھنا پڑھنا سیکھ چکے تھے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی احادیث لکھ لیا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نہ صرف حضور ﷺ کی احادیث تحریر فرمائی ہیں بلکہ آپ نے اپنے تحریری مجموعے حضور ﷺ کو پڑھ کر سنائے اور حضور ﷺ سے ان کی تصحیح و تصویب بھی کرائی⁴⁹۔

صحف نبوی ﷺ

حضور اکرم ﷺ نے بعض مخصوص حالات میں لوگوں کے لئے جو چیزیں لکھوائی تھیں، وہ سب ان حضرات کے پاس محفوظ تھیں۔ یہ تمام تحریریں کتب حدیث میں انہی حضرات کے ناموں سے مشہور ہیں۔ ان کو صحیفوں کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

جیسے صحیفہ وائل بن حجر، صحیفہ اہل یمن، صحیفہ حضرت علی، نو مسلم وفد کے لئے صحائف، سرکاری وثائق اور دعوتی خطوط وغیرہ۔

عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کتابت حدیث

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں کتابت حدیث نے اور بھی وسعت اختیار کی اور ایک بڑی جماعت نے اس خدمت کا بیڑہ اٹھائے رکھا۔ حقیقت یہ ہے کہ احادیث نبویہ ﷺ کی تالیف و کتابت کے میدان میں عظیم کارنامے اس دور میں انجام دیئے گئے۔ عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں احادیث نبویہ ﷺ کے چھوٹے چھوٹے صحیفوں اور تحریروں کے علاوہ بہت ضخیم کتابیں تالیف ہوئیں۔ ذیل میں اس دور کی چند اہم تالیفات کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مسودات

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ احادیث سب سے زیادہ ہیں۔ ان مرویات کی تعداد 5374 بتائی جاتی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے قبول اسلام کے بعد اپنی پوری زندگی حضور ﷺ کی احادیث سننے اور یاد کرنے کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ انہوں نے اس مقصد کے حصول کے لئے بہت مشکلات بھی برداشت کیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی احادیث تحریری شکل میں محفوظ کی تھیں۔

صحیفہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حج سے متعلق احادیث کا ایک صحیفہ تالیف کیا تھا۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے سورۃ البقرہ کے مقابلے میں صحیفہ جابر زیادہ حفظ ہے⁵⁰۔ انہوں نے وہب بن منبہ کو بھی احادیث املاء کرائی تھیں اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے صحیفے سے احادیث روایت کی ہیں۔ ان کے علاوہ اور متعدد شاگردوں نے اس صحیفے کی روایت کی ہے۔

صحیفہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بھی احادیث کا ایک مجموعہ تالیف کیا تھا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تہذیب التہذیب میں اسے نسخۃ کبیرۃ سے تعبیر کیا ہے⁵¹۔

صحائف ابن عباس رضی اللہ عنہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما خبر الامۃ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔ حضور ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر بہت کم تھی۔ حفاظت حدیث کی غرض سے آپ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی احادیث کو قلمبند کرنا شروع کیا۔ انہوں نے احادیث بھی محفوظ کر لیں جو انہوں نے حضور ﷺ سے سنی تھیں اور وہ احادیث بھی تحریر فرمائیں جو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سنی تھیں۔

تدوین حدیث کے سلسلے میں رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تحریرات اور کوششوں کی یہ چند مثالیں ہیں۔ یہاں ان تمام کوششوں کی تفصیل بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ صرف اس گمراہ کن نقطہ نظر (کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دور میں احادیث نہیں لکھی جاتی تھیں) کی تردید مقصود ہے، وگرنہ کتب حدیث و تاریخ میں تقریباً پچاس سے زیادہ صحائف احادیث کا پتہ چلتا ہے، جنہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدون فرمایا۔ یہ تدوین بالکل سادہ اور ابتدائی شکل میں تھی جو بطور فن نہیں بلکہ صرف یادداشت کے طور پر معرض تحریر میں آئی۔

تدوین حدیث حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے دور میں

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جب خلیفہ بنے تو اس وقت چونکہ احادیث نبویہ ﷺ کا قرآن کریم کے ساتھ اختلاط والتباس کا اندیشہ نہیں تھا، تو انہوں نے باقاعدہ سرکاری طور پر تدوین حدیث کا کام شروع کیا۔ چنانچہ انہوں نے اس سلسلے میں مملکت کے ہر صوبہ کے قاضی کے نام فرامین بھیجے کہ احادیث نبویہ کو تلاش کر کے جمع کیا جائے⁵²۔ موطا امام مالک میں بھی یہ خط مروی ہے اور اس میں احادیث نبویہ ﷺ کے ساتھ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی احادیث کو بھی جمع کرنے کا حکم دیا گیا ہے⁵³۔ چنانچہ مختلف صوبوں میں احادیث کے مجموعے تیار ہو کر دار الخلافہ دمشق بھیجے گئے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ان مجموعوں کی نقلیں تیار کر کے اسلامی مملکت کے گوشہ گوشہ میں بھیجیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے حکم اور سرپرستی کی وجہ سے پہلی صدی ہجری کے آخر میں درج ذیل کتب وجود میں آچکی تھیں: کتب ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم، رسالہ سالم بن عبداللہ فی الصدقات، دفاتر الزہری کتاب السنن لمکحول، ابواب الشعبی۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی وفات 25 رجب 101ھ میں ہوئی اور مذکورہ بالا تمام کتب اس سے پہلے لکھی جا چکی تھیں۔

تدوین حدیث دوسری صدی ہجری میں

پہلی صدی ہجری کے آخر میں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے حکم سے کبار ائمہ تابعین نے جمع و تدوین حدیث کا جو دروازہ کھولا، یہ مہذب کتب حدیث کی محض ابتداء تھی۔ دوسری صدی ہجری میں اس سلسلہ کو اتنی ترقی ہوئی کہ احادیث مرفوعہ کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار اور تابعین کے اقوال و فتاویٰ بھی ایک ایک کر کے اس

عہد کی تصنیفات میں مرتب و مدون کیے گئے۔ اس دور میں جو کتب حدیث لکھی گئیں ان کی تعداد بیس سے بھی زیادہ ہے، جن میں سے کتاب الآثار لابن حنیفہ، موطا امام مالک، السنن لابن جریر، جامع معمر بن راشد، کتاب المغازی لموسی بن عقبہ، کتاب السیرة لابن شہاب زہری، جامع سفیان ثوری اور مصنف حماد بن سلمہ زیادہ مشہور ہیں۔

تیسری صدی ہجری میں تدوین حدیث

اس صدی میں تدوین حدیث اور تصنیف و تالیف کا دور عروج و شباب کی حد تک پہنچ چکا تھا۔ اسانید طویل ہو گئیں، ایک ایک حدیث کئی کئی طریقوں سے روایت کی گئی۔ ہر محدث کی یہ کوشش ہوتی کہ وہ احادیث کے مجموعے کو مدون کرے، البتہ ہر ایک محدث نے تدوین و تالیف کے لئے نئی نئی ترتیب اور ترویج اختیار فرمائی اور یوں کتب حدیث کی بیس سے زیادہ قسمیں ہو گئیں۔ اسماء الرجال کے علم نے بھی باقاعدہ فن کی شکل اختیار کی اور اس پر بھی متعدد کتابیں لکھی گئیں۔ بعض محدثین نے توجوایع مرتب کیں اور بعض نے مسانید اور ابواب فقہیہ کے طرز پر اپنے مجموعے مدون فرمائے۔ اسی دور میں صحاح ستہ کی تالیف ہوئی، چنانچہ اسی صدی میں جو تصنیفات ہوئی ہیں، ان میں سے چند مشہور کتب کا تذکرہ اور تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن النسائی، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن ابی قرۃ الیمانی، مسند ابو داؤد الطیلسی، مسند احمد، مصنف عبدالرزاق وغیرہ۔

خلاصہ کلام یہ ہوا ہے کہ حضور ﷺ کی ہجرت مدینہ سے لے کر تیسری صدی ہجری تک کوئی ایسا دور نہیں ملتا جس میں احادیث بڑے پیمانے پر نہ لکھی جاتی ہوں۔ اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ہر دور کی اہم تالیفات کی نشاندہی کی گئی۔ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ احادیث لکھنے کا رواج صرف تیسری صدی ہجری سے شروع نہیں ہوا بلکہ اس سے پہلے کے ادوار میں بھی احادیث کی لکھی ہوئی شکل میں محفوظ کرنے کا انتظام کیا جاتا رہا ہے ان شواہد و براہین سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث ان کے سامنے نہایت اہتمام کے ساتھ لکھی جاتیں، رسول اللہ ﷺ نے احادیث لکھوائیں، اس لیے یہ کہنا غلط ہے کہ احادیث اڑھائی سو سال بعد لکھی گئیں۔ اس لیے یہ اعتراض قطعی غلط ہے اور علم حدیث کی جمع و تدوین اور اس سلسلے میں کی جانے والی مساعی جمیلہ سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔

فتنہ انکار حدیث کی اس پوری بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ قرآن و حدیث ہمارے دین و مذہب کی اولین اساس اور بنیاد ہیں۔ ان میں کتاب الہی اصل اصول ہے اور احادیث رسول ﷺ اس کی تیان و تفسیر ہیں۔ اس لئے قرآن مجید کی طرح احادیث رسول ﷺ بھی احکام میں حجت ہیں اور قرآن مجید ہی کی طرح ان کی اتباع اور ان پر عمل لازم ہے۔ قرآن و حدیث کی تصریحات کے مطابق حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، محدثین، فقہائے مجتہدین رحمہم اللہ اور تمام

اہل سنت وجماعت حدیث رسول ﷺ کی حجیت اور اس کی تشریحی حیثیت پر بصیرت کے ساتھ یقین رکھتے ہیں۔ اہل اسلام کے کسی گروہ یا فرد نے حدیث رسول ﷺ کی اس شرعی حیثیت پر رد و قدح کی ہے تو اسے یکسر مسترد کر دیا گیا ہے۔ کتاب کے بارے میں ممتاز اہل علم کی آراء

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

"مفتی مدار اللہ مدرار نے "پرویز اور قرآن" کے زیر عنوان جو مبسوط مقالہ تحریر فرمایا ہے، واقعتاً یہ وقت کی اہم ضرورت اور دینی ذمہ داریوں کا تقاضا ہے، موصوف کی تحریر و تحقیق، دقت نظر، بحث و دلائل اور اصولی انداز گفتگو ہے۔ موثر، سلیس اور سادہ انداز بیان قاری کو متاثر کیے بغیر نہیں رہتا" 54۔

اس کتاب کے بارے میں شیخ الحدیث مولانا حسن جان صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

"مفتی مدار اللہ صاحب قابل صد مبارک باد ہیں کہ آپ نے پرویز جیسے منکر قرآن و حدیث کے نام نہاد تفسیر اور اس کے دیگر رسالے تنقیدی نظر سے مطالعہ کیے اور اپنی خداداد بصیرت اور حسن تحریر و تقریر سے اس عظیم فتنہ کے تعاقب میں اور اس کی نشاندہی میں کامیاب کوشش فرمائی اور اہل علم اور عامۃ الناس کو مسٹر پرویز کے دجل و فریب سے آگاہ کیا اور یہ ثابت کر دکھایا کہ مسٹر پرویز نہ صرف منکر حدیث ہے بلکہ منکر قرآن بھی ہے اور اس حقیقت پر مولانا نے دلائل کا انبار لگا دیا ہے اور پرویز کی طرح ہر منکر حدیث بھی منکر قرآن ہی ہے۔

اس سلسلے میں انہوں نے دینی مدارس کے علاوہ یونیورسٹیوں اور کالجوں کے اساتذہ اور طلبہ سے گزارش کی ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں اور اس کے تحقیقی مواد سے فائدہ اٹھائیں، اور اسی طرح پشاور یونیورسٹی کے ارباب بست و کشاد سے گزارش کی ہے کہ اس کتاب کو ایم اے اسلامیات کے نصاب میں شامل کیا جائے تاکہ اس کے مطالعہ سے ہمارے نوجوان اس قابل ہو سکیں کہ وہ پرویز کے پھیلانے ہوئے غیر اسلامی اور غیر قرآنی عقائد و نظریات کا ابطال و ازالہ دلائل و براہین سے کر سکیں" 55

پروفیسر ڈاکٹر عبدالغفور اس کتاب کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"پرویز کے چست ترےجے اور چست اردو نے بہت سے نوجوانوں کو مسخر کر لیا ہے، کتاب مذکورہ کے مطالعے سے پرویز کے تمام عقائد باطلہ کا رد پوری تفصیل، دلائل اور حوالہ جات کے ساتھ کر دیا گیا ہے" 56۔

نتائج بحث

1 قرآن و حدیث ہمارے دین و مذہب کی اولین اساس اور بنیاد ہیں۔ قرآن مجید کی طرح احادیث رسول ﷺ بھی حجت ہیں اور قرآن مجید ہی کی طرح ان کی اتباع اور ان پر عمل لازم ہے۔

2 قرآن کریم کی آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انبیاء کرام کو صرف اسی مقصد کے لیے بھیجا جاتا ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے، پس رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے انکار اور آپ کے ارشادات سے سرتابی کرنا گویا انکار رسالت کے ہم معنی ہے۔

3 احادیث و سنت نبویہ ﷺ کی حجیت سے انکار کرنے سے قرآن کریم کی ان بیسیوں آیات کا انکار لازم آتا ہے جو حجیت حدیث کو قطعی اور یقینی طور پر ثابت کرتی ہیں۔

4 اہل اسلام کے کسی گروہ یا فرد نے حدیث رسول ﷺ کی شرعی حیثیت پر رد و قدح کی ہے تو اسے یکسر مسترد کر دیا گیا ہے۔
5 منکرین حدیث کے جتنے بھی اعتراضات ہیں وہ علم حدیث سے عدم واقفیت یا بدینتی پر مبنی ہیں۔

حواشی و مصادر

- 1 سنن أبی داؤد، أبو داؤد سلیمان بن الأشعث السجستانی، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة (م275ھ) المکتبۃ العصریہ، بیروت
- 2 الترمذی، أبو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی (م279ھ) باب مانہی عنہ ما یقال، مطبعہ مصطفی البابی حلبی، مصر، 1975ء
- 3 سنت کی آئینی حیثیت، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، ص16، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور
- 4 درس ترمذی، مفتی تقی عثمانی، ص1/29، مکتبہ دارالعلوم کراچی
- 5 آپ 1913ء کو موضع ہوتی ضلع مردان میں پیدا ہوئے۔ مختلف اہل علم سے علوم و فنون کی کتب پڑھنے کے بعد مولانا عبدالرؤف سے دارالعلوم نعمانیہ میں دورہ حدیث پڑھا۔ 23 مارچ 1940ء کو قرارداد پاکستان میں اپنے بھائی محمد شعیب سمیت شریک ہوئے۔ 26 اپریل 1942ء کو جمعیتہ علمائے سرحد کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ 3 مارچ 1947ء کو سرحد مسلم لیگ نے قیام پاکستان کے لئے سول نافرمانی کی تحریک کا آغاز بھی مردان سے کیا۔ ریڈیو پاکستان سے آپ کی تقاریر نشر ہوتی رہیں۔ 1981ء میں مردان کے ضلع خطیب مقرر ہوئے۔ آپ مولانا عبدالملک صدیقی سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور انہوں نے خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ 1994ء میں وفات پا گئے۔ پشاور یونیورسٹی کے مختلف شعبوں میں ان پر کئی مقالات لکھے جا چکے ہیں (مشاہیر علمائے سرحد، کرنل فیوض الرحمان، ص: 599، ادارہ نشریات اسلام، ناظم آباد کراچی، تذکرہ علمائے خیبر پختونخوا، محمد قاسم، ص577، 578، دارالقرآن والسنتہ، مردان، 2015ء)
- 6 ماہنامہ الحق جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ سے شائع ہونے والا مجلہ ہے جو 1964ء میں مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی سرپرستی میں جاری ہوا، اس وقت سے لیکر آج تک تسلسل کے ساتھ چھپ رہا ہے، اس کی ایک تابناک ماضی ہے کہ اس کے ذریعے سے صوبہ خیبر پختونخوا کے اہل علم کی آواز لوگوں تک پہنچی، اور اس نے دین کی تبلیغ و اشاعت میں بہت اہم کردار ادا کیا (انٹرویو مولانا انوار الحق، نائب مدیر ماہنامہ الحق، اکوڑہ خٹک، نوشہرہ، مورخہ: 5 فروری 2016ء)

- 7 مقام حدیث، غلام احمد پرویز، ص 1/5، طلوع اسلام ٹرسٹ، لاہور، 2006ء
- 8 ایضاً: ص 1/99
- 9 پرویز اور قرآن المسیحی بہ احتساب پرویزیت: مفتی مدار اللہ مدار، ص 318، ادارہ اشاعت مدار العلوم مردان، 2005ء
- 10 آل عمران: 3/162
- 11 البقرة: 2/129
- 12 پرویز اور قرآن، ص 319
- 13 طلوع اسلام، دسمبر، 1950، ص 17، طلوع اسلام ٹرسٹ، لاہور
- 14 معارف القرآن، غلام احمد پرویز، ص 4/692، طلوع اسلام ٹرسٹ، لاہور، 1975ء
- 15 پرویز اور قرآن، ص 315
- 16 الأنفال: 8/1
- 17 الأنفال: 8/20
- 18 محمد: 47/33
- 19 النساء: 4/65
- 20 پرویز اور قرآن، ص 315
- 21 النساء: 4/61
- 22 پرویز اور قرآن، ص 316، 317
- 23 طلوع اسلام، اکتوبر 1952ء، ص 16
- 24 ایضاً: ص 17
- 25 مقام حدیث، غلام احمد پرویز، ص 1/420
- 26 القلم: 68/4
- 27 آل عمران: 3/159
- 28 الحاقہ: 69/44-45-46
- 29 پرویز اور قرآن، ص 313
- 30 التوبة: 9/84
- 31 پرویز اور قرآن، ص 313
- 32 ایضاً: ص 314
- 33 طلوع اسلام، اکتوبر 1949ء، ص 34
- 34 مقام حدیث، ص 1/67

- 35 ايضاً: ص 1/29
- 36 يونس: 36/10
- 37 البقرة: 2/46
- 38 البقرة: 2/249
- 39 پرويز اور قرآن، ص 293
- 40 صحيح مسلم، مسلم بن الحجاج القشيري (م 261هـ) باب التثبت في الحديث و حكم كتابة العلم، دارأحياء التراث العربى، بيروت
- 41 طلوع اسلام، اپريل: 1940ء، ص 29
- 42 سنن أبى داؤد، كتاب الطهارة، باب في صفة وضوء رسول الله ﷺ
- 43 صحيح مسلم، باب التثبت في الحديث و حكم كتابة العلم
- 44 شرح النووى على مسلم: أبو زكريا معى الدين يحيى بن شرف النووى (م 676هـ) باب التثبت في الحديث و حكم كتابة العلم، ص 129/18، دارأحياء التراث العربى، بيروت، 1392هـ
- 45 قرآنى فيصل، غلام احمد پرويز، ص 191، طلوع اسلام ٹرسٹ، لاہور، 1982ء
- 46 مقام حديث، ص 1/221
- 47 الترمذى، باب ماجاء في زكوة الإبل والغنم
- 48 أسد الغابة في معرفة الصحابة، أبو الحسن على بن أبى الكرم محمد بن محمد عزالدين ابن الأثير (م 630هـ) ص 228/4، دار الكتب العلميه بيروت، 1994ء
- 49 المستدرک للحاکم على الصحيحين، أبو عبدالله محمد بن عبدالله النيشابورى (م 405هـ) ذكر انس بن مالك انصارى، ص 3/664، دارالكتب العلميه بيروت
- 50 التاريخ الكبير، محمد بن اسماعيل بن ابراهيم بن مغیره، ص 184/7، دائرة المعارف العثمانيه، دکن
- 51 تهذيب التهذيب، أبو الفضل أحمد بن على بن محمد بن أحمد (م 852هـ) من اسمه سليمان، ص 4/198، مطبعه دائرة المعارف النظاميه، هند، 1326هـ
- 52 فتح البارى، شرح صحيح البخارى، احمد بن على بن حجر ابوالفضل العسقلانى (م 852هـ) باب كيف يقبض العلم، ص 1/195، دارالمعرفة بيروت، 1379هـ
- 53 مؤطا امام مالك رواية محمد بن حسن الشيبانى، مالك بن انس بن مالك (م 179هـ) باب كتابة العلم، المكتبة العلميه بيروت
- 54 پرويز اور قرآن، ص 9
- 55 ايضاً: ص 17
- 56 ايضاً: ص 514